© rasailojaraid.com

متحدہ مجلس عمل......مَرگِ اُمیّد کے آثار!

''متحدہ مجلس عمل'' پاکستان کی چھے دینی وسیاسی جماعتوں پر مشتمل اتحاد ہے۔ جمعیت علماء اسلام (ف)، جمعیت علماء اسلام (س) جمعیت علماء پاکستان، جماعت اسلامی، مرکزی جمعیت اہلحدیث اور کالعدم تحریک جعفریہ کی متبادل ''اسلامی تحریک'' اتحاد میں شامل ہیں۔ مجلس عمل کے رہنماؤں علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد، مولانا سمیع الحق، پروفیسر ساجد میر اور ساجد نقوی نے متعدد بار مختلف مقامات پر اپنے مشترکہ بیانات میں فرمایا ہے کہ

''متحدہ مجلس عمل، برصغیر کی تاریخ میں، پہلا سیاسی اتحاد ہے، جس میں تمام مکاتب فکر کی نمائندہ مذہبی وسیاسی جماعتیں شامل ہیں۔ یہ اتحاد سیکولر قوتوں کے لیے ایک چیلنج ہے اور مجلس عمل آئندہ عام انتخابات میں تاریخ ساز کامیابی حاصل کرے گی۔ سیکولر قوتوں کو عبرت ناک شکست ہوگی''۔

پہلی بات تو تاریخی طور پر غلط ہے۔ مجلس عمل دینی جماعتوں کا پہلا اتحاد نہیں بلکہ ۱۹۵۳ء کی مقدس تحریک تحفظ ختم نبوت بھی مجلس عمل ہی نے برپا کی تھی، جس میں تمام مکاتب فکر کی نمائندہ جماعتیں شامل تھیں۔ البتہ انتخابات کے حوالے سے اِسے پہلا مذہبی وسیاسی اتحاد تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ ''متحدہ مجلس عمل'' پاکستانی عوام کی خاموش اور مجبور دینی اکثریت کی نمائندہ اور سیکولر قوتوں کے اقلیتی گروہ کے لیے چیلنج بن سکتی تھی اور انتخابات میں واضح نہیں تو قابل ذکر کامیابی بھی حاصل کر سکتی تھی مگر......! اے کاش! ایسا ہوتا......اتحاد کا یہ عنوان آغاز میں یقیناً عوام کے لیے امید کی نئی کرن تھا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مرگِ اُمید کے آثار واضح ہورہے ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار اسلام نے پاکستان کی تمام دینی جماعتوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی ایمانی قدر مشترک پر جمع کر کے ایسی عظیم الشان تحریک برپا کی تھی کہ مسلم لیگ کی سیکولر حکومت اپنے تمام تر استبدادی، ظالمانہ اور متشددانہ ہتھکنڈوں کو بروئے کار لانے کے باوجود اور دس ہزار مسلمانوں کو ''امپورٹڈ'' گولیوں سے شہید کرنے کے باوجود عوام کے دلوں سے تحفظ ختم نبوت کا جذبہ نکال سکی اور نہ سرد کرسکی۔ وقتی طور پر خواجہ ناظم الدین اور دولتانہ نے تحریک کو تشدد کے ذریعے دبا دیا مگر ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے تاریخی فیصلے نے عوام کے جذبات اور تحریک کے زندہ ہونے کا عملی ثبوت فراہم کیا......۱۹۷۷ء میں ''پاکستان قومی اتحاد'' بنا تو اتحاد کی نو جماعتوں میں چار دینی جماعتیں شامل تھیں۔ عوام نے اتحاد پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے بے مثال قربانیاں دیں اور تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اس کامیابی کی دیگر وجوہات میں سے بڑی وجہ مولانا مفتی محمود مرحوم کی قیادت پر عوام کا اعتماد تھا۔ پھر اتحاد ٹوٹا تو عوام کے دل بھی ٹوٹ گئے۔ اعتماد مجروح ہوا اور مایوسی کے بادل ایسے چھائے کہ آج تک ویسی تحریک چلی نہ عوام کا قومی قیادت پر اعتماد بحال ہوا۔

اب مجلس عمل کی حالت بھی امید افزا نظر نہیں آتی۔ مجلس عمل، عملی طور پر غیر مؤثر ثابت ہورہی ہے۔ عوام نے ان سے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیدیں وابستہ کی تھیں، انہیں مجلس عمل کی بعض پالیسیوں اور قائدین کے بعض اقدامات و بیانات نے حزن و یاس کی کیفیتوں میں بدل دیا ہے۔ اور عوام زبانِ حال میں کہہ رہے ہیں۔

دور تک کوئی ستارہ ہے نہ جگنو
مرگِ اُمید کے آثار نظر آتے ہیں

بعض حلقوں میں غیر مؤثر امیدواروں کو ٹکٹ دیا گیا۔ کہیں ایڈجسٹمنٹ کی حکمت عملی نے نقصان پہنچایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انتخابات سے قبل ہی مجلس عمل اختلاف کا شکار ہو گئی۔

محترم قاضی حسین احمد کی جنرل پرویز مشرف سے طویل ملاقات اور تفصیلات......ندارد؟ پروفیسر ساجد میر صاحب کی تنہا پرواز اور مجلس عمل کے اسٹیج سے مکمل غیر حاضری......؟ خصوصاً اُن کا یہ بیان مجلس عمل کی ساری محنت پر سیاسی بم بن کر گرا کہ......

’’قاضی حسین احمد اور علامہ شاہ احمد نورانی کے فوج سے رابطے ہیں۔ وہ ہمیں اعتماد میں لئے بغیر جرنیلوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ مجلس عمل میں شامل دوسری جماعتوں نے مختلف حلقوں میں دیگر جماعتوں سے ایڈجسٹمنٹ کی ہے اور میری مسلم لیگ (ن) سے ایڈجسٹمنٹ پر مجلس عمل کو اعتراض ہے۔ جب تک قاضی اور نورانی معافی نہیں مانگتے، میں مجلس عمل کے اجلاسوں میں شریک نہیں ہوں گا۔ مجلس عمل میرے بغیر نہیں چل سکتی............‘‘

پروفیسر ساجد میر صاحب، نواز شریف کے پرانے حلیف ہیں، اور ان کے نزدیک مجلس عمل کی حیثیت ثانوی ہے۔

فرمایئے! اس بیان کے بعد متحدہ مجلس عمل کو عوام کا خاک اعتماد حاصل ہوگا۔ پھر اکثر مقامات پر ہر جماعت اپنے اپنے امیدوار کی انتخابی مہم چلانے اور صرف اسے ہی کامیاب کرانے کی سعئ لاحاصل میں سرگرم و مصروف ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ جو اتحاد انتخاب سے پہلے انتشار سے دوچار ہے۔ انتخاب کے بعد کیا گل کھلائے گا؟

مجلس احرار اسلام اور تنظیم اسلامی دونوں جماعتیں نفاذِ اسلام کے لیے غیر انتخابی جدوجہد پر یقین رکھتی ہیں۔ اس کے باوجود دونوں جماعتوں کے سربراہوں، سید عطاء المہیمن بخاری اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی اپنی جماعت کی مجلس شوریٰ کے اجلاسوں میں بعض تحفظات کے ساتھ مجلس عمل کی اخلاقی حمایت کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی طرح ملک میں دیگر کئی دینی تنظیمیں ہیں، جن کے کارکنوں کی ایک قابل ذکر تعداد ہے۔ ان کی ہمدردیاں بھی مجلس عمل کے ساتھ ہیں۔ مگر متحدہ مجلس عمل کی قابل احترام قیادت نے انا و لاغیری کے مصداق اپنی حمایت کرنے والی جماعتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرنا تھا، اُن سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے رابطہ نہیں کیا تھا......شاید وہ اپنی تاریخی اور شاندار کامیابی کے بعد اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہونے کے زعم میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ یہ ایک خواب ہے جو انتخابی دھماکے کے ساتھ ہی کرچی کرچی ہو جائے گا۔

عربی کے ایک شعر کا ترجمہ ہے: ’’غبار چھٹ جانے دو، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر‘‘

ملکی تاریخ میں یہ پہلے انتخابات ہیں جن میں امیدوار اور ووٹر دونوں غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہیں۔ پھیکی پھیکی انتخابی مہم سے عوام کی عدم دلچسپی کا اظہار نمایاں ہے۔ عوام ووٹ کا حق استعمال کرنے میں ابھی تک غیر سنجیدہ ہیں۔ یہ بات زبان زد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عام ہے کہ فیصلے ''اوپر'' والوں نے کرنے ہیں اور ہمارے ووٹ کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ نتیجتاً ووٹ کی شرح بھی انتہائی کم ہوگی۔ حکومت نے ایسی صورت حال پیدا کردی ہے کہ امیدوار اور ووٹر ابھی تک ایک دوسرے سے متعارف نہیں ہوسکے۔ کئی حلقوں میں ابھی تک امیدوار تشریف ہی نہیں لے جاسکے۔ کنگز پارٹیوں کے لیڈروں کے بیانات سے لگتا ہے حکومت انہی کی بنے گی۔ یہی دعویٰ کئی ''ق'' پارٹیاں بھی کررہی ہیں۔ طاہر القادری، عمران خان اور چودھری پرویز الٰہی وزیر اعظم بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اے آر ڈی کے سربراہ نوابزادہ نصر اللہ خان کا کہنا ہے کہ ''حکومت نے انتخابات میں دھاندلی کے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں''۔ نواز شریف اور بے نظیر پارٹی سربراہ ہونے کے باوجود انتخابی اکھاڑے سے باہر کھڑے کردیئے گئے ہیں۔ پرویز مشرف کہتے ہیں ''اب پاکستان میں حقیقی جمہوریت آئے گی'' کیونکہ صدر پاکستان کی حیثیت سے منتخب اسمبلیاں توڑنا ایک لمحے کا کھیل ہوگا۔ مجلس عمل کے رہنما کہتے ہیں ''حکومت ہم بنائیں گے''۔ ان سادہ اور بھولے بزرگوں کو کون سمجھائے کہ اگر حکومت آپ کو ملنی ہوتی تو طالبان کی حکومت ختم نہ ہوتی۔ پیپلز پارٹی کا ووٹ اٹل ہے اور وہ بھٹو کا ووٹ ہے۔ مسلم لیگ ''ن'' اور ''ق'' دونوں مجلس عمل کا مذہبی ووٹ خراب کریں گی اور کہیں مجلس عمل ''ق''، ''ن'' کا ووٹ توڑے گی۔ البتہ سرحد، بلوچستان میں مولانا فضل الرحمٰن کی محنت قابل ستائش ہے اور گمان یہی ہے کہ پرو طالبان ووٹ جے یو آئی کے امیدواروں کو ملے گا اور وہ کچھ نہ کچھ سیٹیں وہاں سے ضرور جیتیں گے۔ لیکن حکومت ایسی بے اختیار ''پی اے پاس اسمبلی'' معرض وجود میں لانا چاہتی ہے جسے سدھانے، چلانے اور اس سے ''حسب منشا'' کام نکلوانے میں اسے کوئی دقت پیش نہ آئے اور اس ''قومی فریضہ'' کی ادائیگی کے لیے مجلس عمل نہیں بلکہ پی پی پی اور مسلم لیگ ہی بہتر خدمات انجام دے سکتی ہیں۔ وہ پہلے بھی تین عشروں سے یہ خدمات انجام دیتی چلی آرہی ہیں۔ پھر سیدھی اور سادی بات یہ ہے کہ ''رضا کارانِ امریکہ و برطانیہ'' کو بھی یہی لوگ سوٹ کرتے ہیں کہ ان سے معاملہ طے کرنے میں آسانی ہے۔

مجلس احرار اسلام آج بھی اپنی اس فکر پر پوری استقامت کے ساتھ قائم ہے کہ جمہوریت ایک کافرانہ نظام ہے، یہ عوام کے ساتھ سب سے بڑا دھوکہ اور فراڈ ہے۔ اس کے ذریعے اسلام آسکتا ہے، نہ ملک وقوم کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ یہ دنیا کا ناکام ترین نظام حکومت ہے۔ احرار کارکن انتخابی مہم کا حصہ نہیں بنیں گے۔ مجلس عمل میں شامل جماعتوں کا مؤقف یہ ہے کہ انتخابی میدان کو بے دینوں کے لیے خالی چھوڑنا ملک وقوم کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر ہم ان کے فلسفے کو تسلیم بھی کرلیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ انتخابی میدان میں آنے کے یہی انداز ہیں۔ انتخاب سے پہلے ہی انتشار و اختلاف کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ میدان میں اترنا ہے تو پھر متحد ہوکر اتریئے اور استقامت اختیار کیجئے۔ پھر بھی انتخابات کے ذریعے اسلام نہیں آئے گا۔ البتہ اسمبلی کے فورم پر بے دینوں کے مقابلے میں کچھ رکاوٹیں ضرور کھڑی کی جاسکیں گی۔ تاہم قائدین مجلس عمل انتخابات کے ذریعے نفاذ اسلام کا شوق پورا کرلیں اور یہ شوق بھی آخری ہی معلوم ہوتا ہے۔ مجلس عمل نے جن حلقوں میں علماء کو امیدوار نامزد کیا ہے۔ مجلس احرار اسلام کے کارکن مجلس عمل کے فطری حلیف ہونے کے ناطے ایسے امیدواروں کی اخلاقی حمایت کریں گے۔ صرف اس لیے کہ انتخابات کا غبار چھٹ جانے، انتخابی بھوت سر سے اتر جانے اور انتخابی سیاست کا ''شوق'' پورا ہونے کے بعد بہر حال ہمیں پھر انہی دوستوں سے مل کر پاکستان میں نفاذ واستحکام اسلام کی جدوجہد کرنا ہے۔

© rasailojaraid.com